اَن مِٹ بَاتیں

عزیز احمد صدیقی کی آخری کتاب سے

چند باب

www.scribd.com/deeneislaam

عزیز احمد صدیقی

مُلّائی اِسلام

دِینِ مُلّا فی سَبِیلِ اللہ فَساد

دِینِ اِسلام اُخُوّت و اِتّحاد کا مذہب ہے۔ عجمیوں نے اِسے فِرقوں اور جماعتوں کا مذہب بنا دِیا۔ اور آپس میں تفرّقوں کی دِیوار کھڑی کر دِی۔ اگلے صفحات میں ہم مختصراً وہ تلبیات پیش کر رہے ہیں جن کے ذریعہ دِینِ اِسلام کو "دِینِ مُلّا" بنایا گیا۔

یاد رکھئے یہ حقائق غُلام ذہن افراد کو جو اپنے لیڈروں کو دیوتا یا خُدا سمجھتے ہیں پسند نہ آئیں گے۔ مگر مجھے تو مُسلمان بچّوں کو بتانا ہے کہ اللہ کے بندے اللہ کے سوا کسی کی بزرگی کو خاطر میں نہیں لاتے۔

اُن کی نظر میں شوکت جچتی نہیں کسی کی
آنکھوں میں بس رہا ہے جن کی جلال تیرا

مجوسی اسلام

اِسلام پر سو سال بھی نہ گُذرے تھے کہ اُس پر بیرونی اثرات کی یلغار ہو گئی اور اُس کی صُورت بدل دِی گئی۔ شیعوں کے اِمام جعفر صادِق کے ایک مجُوسی

غُلام میمُونُ القدّاح نے اِس دِین کی بُنیاد رکھی جس کی پہلی اینٹ مسئلۂ ختمِ نبُوّت تھی[1]۔

ختمِ نبُوّت کا شوشہ دراصل حضرت علی کرّم اللہ وجہہ کے مُشیرِ خاص عبدُاللہ بن سبا نے چھوڑا تھا۔ اُس نے کہا تھا۔ "مطلعِ اِمامت مقطعِ نبُوّت ہے۔"

یعنی جب اِمامت طلُوع ہو جائے تو نبُوّت کی ضرورت نہیں رہتی۔ اور حضرت علیؓ ہمارے پہلے اِمام ہیں۔ میمُون نے اِسی بُنیاد پر اپنی عمارت کھڑی کر دِی اور باطنی اِسلام تیار کر دِیا جس میں ہر بات چھپانے اور پوشیدہ رکھنے کا حُکم تھا۔ اِس کام کے لئے تقیّہ کا حربہ تیار کیا گیا۔ جس کے بارے میں اِمام بُخاریؒ بھی لکھتے ہیں کہ تقیّہ تقوے سے ہے اور یہ تا قیامت کارآمد رہے گا۔

یہ اِمامت چُونکہ عجم (عراق) میں طلُوع ہُوئی تھی۔ عراقیوں کو حق ہو گیا کہ اِس نئے دِین کا خُدا بھی نیا بنا لیں۔ بلکہ اپنے پُرانے خُدا کی جگہ ایک نیا خُدا تیار کریں۔ جو بعل کے پرستاروں کے لئے قابلِ قبُول ہو۔ چُنانچہ حضرت علیؓ کا اِنتخاب ہُوا تو وہ خُوشی سے بعلی پُکارنے کے بجائے یا علیؓ پُکارنے لگے۔ آپ جانتے ہیں اِسی مقصد سے اہلِ عراق حضرت علیؓ کو مدینہ سے کُوفہ لے گئے تھے۔ کُوفہ شہر بابُل کے کھنڈروں پر تعمیر ہُوا تھا اور بابُل کا خُدا بعل تھا۔ تفصیل کے لئے دیکھئے ہماری کتاب "ارمغانِ عجم یعنی تحفۂ بابُل و نینوا"۔

---

[1] نبُوّت سے روافض کی نفرت کا اندازہ اِس حقیقت سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ حضُور صلّی اللہ علیہ وسلّم کو رسُول اللہ نہیں کہتے۔ ہمیشہ محمد مصطفیٰ یا خطّی مرتبت کہتے ہیں۔ خطّی ایک جھاڑی کا نام ہے یعنی گھاس پھُوس کے برابر۔ جاہل سُنّی اُسے ختمی مرتبت سمجھ کر خود بھی ایسے القاب اِستعمال کرتے ہیں۔ جو باطنیوں کی ایجاد ہیں۔

حضرت علیؓ کو اِمام مقرر کرنے کا مطلب تھا کہ نبوت و رسالت کا قصہ ختم ہُوا۔ اِمامت کا ظہور ہو گیا تو اِمامت ہی چلے گی۔ جس کا لازمی نتیجہ تھا کہ خلافت کا احترام ختم ہُوا۔ کہا گیا کہ علیؓ خلیفہ بلا فصل ہیں[1]۔ پہلے جو خُلفاء گزرے وہ غاصب تھے۔ اُن کو خلیفہ بننے کا کوئی حق نہ تھا۔ نبی ﷺ کے وِصال کے بعد اُس کا وارِث اِمام ہوتا ہے۔ جو اُس کے خاندان کا ہو۔ بیٹا نہ سہی داماد سہی، مگر غیروں کو خلیفہ بننے کی اجازت نہیں دی جا سکتی اَلبتہ معاوِیہؓ نے جو سلسلۂ اِمامت چلا کر اَپنے بیٹے کو بٹھایا وہ غلط تھا۔ اِس کا حق علیؓ کو تھا اور وہ اَپنے بیٹے کو اِمام بنا گئے۔

ایک عسکری مُفتی فرماتے ہیں کہ شیعہ اور سُنّی دو فرقے ہیں اور مُسلمان ہیں مگر مُفتی صاحب کو معلوم نہ ہوگا کہ شیعوں کے پاس جس طرح پنجتن پاک بارہ اِمام اور چودہ معصوم قابِلِ پرستش ہیں اُسی طرح سُنیوں کے پانچ خلیفہ، پانچ تابعی، تین وہ جن کی نسل پر لعنت بھیجی جائے اور ایک وہ جس کی تعلیم سے معاذ اللہ اتنے سارے دُشمنانِ عجم وُجود میں آئے، قابلِ نفرین ہیں۔ دیکھئے دُعاءِ عاشورہ (تحفۃُ العوام)

ع ① اَللّٰھُمَّ خص اوّلَ ظَالِمٍ بِاللَّعنِ مِنّیْ۔

اَے خُدا مخصوص کر پہلے ظالم کو میری لعنت کے ساتھ

(جو بانیِ تحریک کا)

---

[1] باطنی مذہب اور شیعہ عقائد میں خلیفہ بلا فصل سے مُراد بے موسم کا خلیفہ ہے۔ جیسے کبھی بے موسمی پھل بازار میں آجائیں تو ہم پُوچھتے ہیں کہ یہ بلا فصل کا میوہ کہاں سے آگیا۔ شیعوں نے خلافت کا قصہ ختم کر دیا تھا وہ کسی خلیفہ کو نہیں مانتے تھے حتّیٰ کہ اگر آپ علیؓ سمیت، چاروں خُلفاء کا ذِکر کریں تو وہ چاروں پر لعنت بھیج دیتے ہیں۔

ع ② وَابۡدَأۡبِهٖ اَوَّلاً ثُمَّ الثَّانِیْ ثُمَّ الثَّالِثِ ثُمَّ الرَّابِعْ۔

اَور جاری رکھ پہلے پر پھر دُوسرے پر پھر تیسرے اور چوتھے پر

(چاروں خُلفاءِ راشدین)

ع ③ اَللّٰھُمَّ الْعَنْ یَزِیۡدِ بِنْ مَعَاوِیَه خَامِساً

اَے خُدا لعنت بھیج یزید بن معاوِیہ پر

(جو اُن کا پانچواں خلیفہ ہے)

ع ④ وَلَعَنْ عُبَیۡدُ اللّٰه وَابۡنِ زِیَادْ وَابۡنِ مَرجَانَه وَ عُمَر بِنْ سَعَد وَ شِمَراً۔

اَور لعنت بھیج عُبیدُاللہ و اِبنِ زیاد و اِبنِ مرجانہ و عُمر بن سعد و شمر پر۔

ع ⑤ وَالِ اَبِیْ سُفۡیَان وَالِ زِیَادْ وَالِ مَروَان اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیَامَة۔

اَور آلِ ابی سُفیان و آلِ زیاد و آلِ مروان پر قیامت تک لعنت بھیجتا رہ۔

اِس طرح یہ کُل چودہ ظالم ہُوئے۔ ہم مُفتی صاحب سے پُوچھتے ہیں کہ اِن میں سے آپ کتنوں پر لعنت روا رکھتے ہیں اور کتنوں کو معاف کرتے ہیں یا شیعہ بھائیوں کی دِلداری میں یہ دُعائیں کبھی کبھی پڑھ لیتے ہیں کہ عربی دُعائیں پڑھنا ثواب ہے۔ مگر اِتنا ضرور بتایئے کہ یہاں رابع سے مُراد حضرت علیؓ ہیں یا کوئی اور جس پر لعنت بھیجی جاتی ہے۔

☆☆☆☆☆

کیدِ امامت

یہ امامت چونکہ بڑے خون خرابے کے بعد قائم ہوئی تھی۔ یعنی اس کی خاطر خلیفۂ سوم کو گھر میں گھس کر قتل کرنا پڑا تھا۔ جنگِ جمل میں تیس ہزار جانوں کا اتلاف ہوا تھا اور جنگِ صفین بھی لڑی گئی تھی اور ان سب کے ہیرو حضرت علیؓ تھے۔ اِس لئے حضرت علیؓ کو قائم القیامہ کا خطاب دیا گیا۔ تاہم عام مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے اُن کو خلیفہ بلافصل کہتے رہے۔ جس سے جاہل مسلمان اُن کو چوتھا خلیفہ سمجھنے لگے اور سمجھتے ہیں۔ حالانکہ وہ مسلمانوں کے خلیفہ نہ تھے خلافت اُن کے دورِ اقتدار میں معرضِ بحث میں رہی۔ البتہ چار سال بعد حضرت معاویہؓ نے خلافت ”علیٰ منہاج السنّت“ دوبارہ قائم کی اور دُنیائے اسلام کو ایک مرکز پر جمع کیا۔

لیکن شیعہ دُنیا میں امامت کا سلسلہ جاری رہا۔ یہ کسی نہ کسی کو پکڑ کر امام بنا لیتے۔ اور اپنا فتنہ جاری رکھتے۔ بیچارہ امام مارا جاتا تو دُوسرا کھڑا کر لیتے۔ پھر ایسا بھی ہوتا رہا کہ کچھ نے کسی کو امام بنایا اور کسی نے کسی اور کو جس سے فرقے بنتے چلے گئے اور اس سے مجوسیوں کا مقصد پورا ہوتا رہا۔ وہ جانتے تھے کہ اس مذہب میں جتنے زیادہ فرقے پیدا ہوں گے اُتنا ہی زیادہ اُس کا شیرازہ بکھرتا رہے گا چنانچہ دیکھ لیجئے کہ بریلوی بھی حنفی سُنّی ہیں اور دیوبندی بھی حنفی سُنّی اور جماعتِ اسلامی بھی حنفی سُنّی ہیں۔ مگر تینوں اپنے اپنے اماموں کی وجہ سے متفق

نہیں ہوسکتے۔ البتہ شیعوں کی امامت کچھ اور ہے۔

باطنی اسلام میں امام کا مرتبہ معمولی مرتبہ نہیں امام کی تعریف یہ ہے۔

① امام علمِ خُدا کا خازن اور علمِ نبوّت کا وارث ہے۔

② امام کے نفس پر افلاک کا اثر نہیں ہوتا۔

③ زمین کبھی امام سے خالی نہیں رہ سکتی۔ ورنہ وہ متزلزل ہو جائے گی۔

④ اماموں کا سلسلہ روزِ قیامت تک حضرت فاطمہؓ کی نسل میں جاری رہے گا۔ باپ کے بعد بیٹا خواہ عمر میں بڑا ہو یا چھوٹا، بالغ ہو یا نابالغ امام ہوتا رہے گا۔ (واضح رہے کہ اس مذہب میں بیٹا باپ سے بڑا ہوسکتا ہے)

⑤ امام کبھی ظاہر ہوتا ہے اور کبھی اپنے دُشمنوں کے خوف سے چھپ جاتا ہے۔

⑥ امام معصوم ہوتا ہے اُس سے کوئی خطا سرزد نہیں ہوتی۔

⑦ امام غیب اور آنے والے حوادث سے واقف ہوتا ہے۔

⑧ جو امام کو نہ پہچانے وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے۔

⑨ امام اسی طرح پیدا ہوتے رہیں گے۔ اور آخری امام پھر قائم القیامت ہوگا۔ (یعنی وہ پھر قیامت برپا کرے گا)۔ اور پھر دورِ کشف یعنی ظہور کا زمانہ شروع ہوگا۔

یہ عقائد علومِ اہلِ بیت اور فلسفہ اہلِ بیت کہلاتے ہیں۔

(دعائم الاسلام)

ڈاکٹر زاہد علی اپنی کتاب ”بنو فاطمین مصر میں“ لکھتے ہیں کہ یہ اسمٰعیلی

مذہب کے بُنیادی اُصول ہیں۔ مگر شیعہ اِمامیہ نے بھی اُن سے فائدہ اُٹھایا ہے۔ اور اثناء عشری مذہب تیّار کیا ہے۔ مگر اُن کے اِماموں میں فرق ہے۔ یعنی اِسمٰعیلیوں کے اِمام میمُون القدّاح اور حسَن بن صبّاح کی نسل سے ہوتے رہے۔ لیکن شیعہ اِمامیہ نے اِمامت کو آلِ علیؓ تک محدُود رکھا۔ اور جب مزید اِمام دستیاب نہ ہو سکے تو بارھویں اِمام کو غائب کر دیا اور بتایا کہ وہ عراق میں کسی چشمے کے اندر رُوپوش ہیں یہ بھی قائمُ القیامہ کہلاتے ہیں۔ یعنی قیامت برپا کرنے والے یہ جب چشمے سے نکلیں گے تو کسی رِیاست یا مُلک پر حکومت نہیں کریں گے یہ ساری دُنیا کے حاکم ہوں گے۔ اقوامِ عالم اُن کے تابع اور مُطیع ہوں گی (کاش ایسا ہی ہو)۔ حالانکہ پہلے قائمُ القیامہ کا حشر ہم دیکھ چکے ہیں۔ بیچارے چھوٹے سے مُلک عراق پر بھی اِطمینان سے حکومت نہ کر پائے۔

کہتے ہیں خُود اُن کے ایک پرستار عبدُالرحمٰن بن مُلجم نے وہ ضربت لگائی کہ تیرہ سو سال سے اِبنِ مُلجم کی ذُرّیت اُسے رو رہی ہے۔ علّامہ نجمُ الحسَن کراروی نے اپنی مشہُور کتاب ''چودہ سِتارے'' میں عبدُالرحمٰن بن مُلجم کا ایک فارسی شعر نقل فرمایا ہے جسے کسی مشہُور کتاب ''خدلقۃُ الحقائق'' سے اخذ کیا ہے۔

؎ کہ مرا ایں معاوِیہؓ فرمُود
کار کردم کنُوں ندارد سُود

جس کا مطلب یہ ہے کہ افسوس میں نے معاوِیہؓ کے کہنے سے ضربت لگا دی مگر مجھے کوئی فائدہ نہ ہُوا۔ یعنی پکڑا گیا اور اِنعام جو مِلنے والا تھا دھرا رہ گیا۔

اِس شعر سے معلُوم ہُوا کہ عبدُالرحمٰن بن مُلجم کی مادری زبان فارسی تھی۔ وہ

ماوراء النہر یعنی موجُودہ رُوسی عِلاقے خُراسان[1] (بلخ، بُخارا، تاشقند) کا رہنے والا تھا۔ اِسی وجہ سے فیرُوز ابُو لولُو قاتِلِ عمرؓ کی طرح وہ بھی یاد رکھنے کی چیز ہے۔ اور شیعہ حضرات اُسے اپنی کتابوں میں جگہ دیتے ہیں۔ ہمارے ایک کرم فرما نے ہنگو ضلع کوہاٹ سے علّامہ محترم خان زادہ غُلام احمد صاحب بنگش مرحُوم کے مسوّدات سے جن میں سے کچھ ''افاداتِ بنگش'' کے نام سے جناب حکیم فیض عالَم صاحب ساکن جہلم نے شائع کر دیئے ہیں۔ عبدُالرحمٰن اِبنِ مُلجم کا ایک شعر تبصرے کے لئے ارسال فرمایا ہے۔

؎ مردُودِ حرم گشتہ و معبُودِ عجم شُد
حقّا کہ لعیں است ہمن مردک کُوزہ

یہ ناپاک شعر اُس نے حضرت علیؓ کی شان میں کہا تھا۔ اِس سے اُن عجمیوں کی دِلی نفرت کا اندازہ ہوتا ہے کہ قتلِ عثمانؓ جنگِ جمل اور صفّین میں حضرت علیؓ کے دوش بدوش رہنے والے مجُوسی زادے ہمارے عرب بزرگوں کے بارے میں کتنے بُغض و عناد سے بھرے ہُوئے تھے۔ اُن کی نفرت صِرف بزرگانِ عرب معاوِیہؓ اور بنُو اُمیہ تک ہی محدُود نہ تھی۔ وہ ہاشمی بزرگانِ عرب حضرت علیؓ اور آلِ علیؓ سے بھی کوئی مُحبت نہیں رکھتے تھے۔ اُن کو صِرف اِسلام میں رخنہ اندازی، فِتنہ پردازی کے لئے اِستعمال کرتے رہے اور آج بھی یہی کر رہے ہیں۔ اُن کی آڑ میں اِسلام کو زِک پُہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ جہاں کوئی تحقیقی کتاب شائع ہُوئی واویلا مچا کر ضبط کروا دیتے ہیں۔

---

[1] یہ ریاستیں اب رُوس سے آزادی حاصل کر چکی ہیں اور رُوس کا حصّہ نہیں رہیں۔

اور ہمارے حاکم اُن کے مُطالبات تسلیم کر کے اِسلام سے اپنی لاعلمی کا ثبُوت دیتے ہیں۔ بیچارے نہیں جانتے کہ تحقیق کام وقت کی ضرورت ہے اور اللہ تعالیٰ کی مرضی ومنشا کے مُطابق ہو رہا ہے۔ یہ کسی کے شور وغوغا اور کسی کی پکڑ دھکڑ اور خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش سے بند نہیں ہوگا۔

علی ولی اللہ

اب ذرا وہ خطابات دیکھئے جو حضرت علیؓ کو دیئے گئے مثلاً پہلا خطاب:

''علی ولی اللہ'' یعنی علیؓ اللہ کے ولی ہیں۔ یہ فقرہ شیعہ کلمہ کا جُزو ہے۔ اس لئے معمولی بات کہہ کر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ ایسے تو ہزاروں ولی گزرے ہیں۔ بلکہ فی زمانہ لوگ پاگل اور مخبوط الحواس لوگوں کو بھی ولی قرار دے لیتے ہیں۔ اور اُس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس فقرے کی اہمیت سمجھنے کے لئے ایک حدیث شریف بنائی گئی ہے۔ **اَلْوِلَایَتُ اَفْضَلُ مِنَ النَّبُوَّۃ** (ولی کا مرتبہ نبی سے افضل ہے)۔ پس ماننا ہوگا کہ حضرت علیؓ کی ولایت ایسی ویسی نہیں تھی۔ اُن کا مرتبہ نبیوں سے زیادہ تھا۔ روافض اُن کو علیہ السّلام کہتے ہیں۔ یہاں ولی سے مُراد ولی عہد جانشین اور وارث کے ہیں جبھی تو کہتے ہیں خُدا کے بعد خُدائی سنبھالنے والے۔ (ہاشم رضا)

☆☆☆☆☆

علیؓ مولا بنے

بچپن میں ہم گاتے تھے علیؓ مولا بنے سہرا بندھا مُشکل کُشائی کا۔ مگر جوان ہُوئے اور اسلام کا مُطالعہ کیا تو معلوم ہُوا کہ اِس میں بھی فریب پوشیدہ ہے۔ وہ یہ کہ عجمی مجُوسیوں کو معلوم تھا کہ عرب اپنے غُلاموں کو آزاد کر کے مولا اور موالی کا خطاب دیتے تھے۔ حالانکہ عربی زبان میں مولا مالک کو کہا جاتا ہے۔

قُرآن میں ہے ''اِنَّ اللّٰہَ مَوْلٰکُمْ'' یا فرمایا کہ دُعاء کرو۔ اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ۔ یعنی مولا اور مولانا اللہ تعالیٰ کے لئے استعمال کرنا چاہئے۔ تاریخ میں بھی درج ہے کہ جنگِ اُحد کے بعد ابُو سُفیان نے پُکار کر کہا کہ ہمارا حامی ہبل ہے اور تم ہبل کو نہیں مانتے تو حضور ﷺ نے کہا کہو ''اَللّٰہُ مَوْلٰنَا وَلَا مَوْلٰکُمْ'' یعنی اللہ ہمارا مولا ہے اور تُمہارا کوئی مولا نہیں۔

عراقی مجُوسیوں نے حضرت علیؓ کو مولا علیؓ کہنا شرُوع کر دیا۔ یہ ایک دلچسپ شرارت تھی جسے ہمارا مولوی آج تک نہ سمجھ سکا۔ اور بڑا عالم فاضل بنا پھرتا ہے۔

لفظ مولا دراصل لُغاتِ اضداد سے ہے اور اُس کا مادّہ ولا ہے۔ ولا کے معنی مُحبت شفقت یا پرورش وسرپرستی کے ہیں۔ پس مولا، آقا اور غُلام دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ مولا اُن لوگوں کو کہا جاتا ہے جو غُلامی سے آزاد ہو کر بھی

اپنے آقا کی خِدمت کرتے رہتے۔ جیسے حضرت زیدؓ بن حارثہ اور حضرت ابُورافعؓ۔ حضُور ﷺ کے مولا تھے۔ حضرت نافعؓ اور سالم حضرت عمرؓ کے مولا تھے۔ رِوایت ہے کہ حضرت علیؓ بھی چُونکہ حضُور ﷺ کے زیرِ پرورش تھے۔ لوگ اُن کو حضُور ﷺ کا مولا سمجھتے تھے۔ کہتے ہیں جب اُمُّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدّیقہؓ نے حضرت فاطمہؓ کا نکاح حضرت علیؓ سے کرنے کا مشورہ دِیا تو سیّدہ فاطمہؓ کو اِعتراض ہُوا اُنہوں نے کہا یہ نادار اور کریہُ المنظر ہیں۔ ''کَلیثِ غابات کریہُ المنظرہ''۔

نیز لوگ اُن کو آپ ﷺ کا مولا کہتے ہیں۔ حضُور ﷺ نے فرمایا ہرگز نہیں ''مَنْ کُنْتَ مولاہٗ فعلی مولاہٗ'' یعنی میں جس کا بندہ ہُوں علیؓ بھی اُسی کے بندے ہیں یہ میرے مولا یعنی آزاد کردہ غُلام نہیں۔

چُنانچہ مجُوسیوں نے یہی فِقرہ حضرت علیؓ پر چُست کر دِیا اور اُن کو مولا علیؓ کہنے لگے رفتہ رفتہ اِن خِطابات میں اِضافہ ہونے لگا۔ مولائے کائنات، قائمُ القیامہ، مولا مُشکل کُشا، قسیمِ جنّت و نار اِمامُ المشارِق ومغارِب، حیدرِ کرّار، صفدرِ جرّار، اسدُ اللہ، شیرِ خُدا بنائے گئے۔ اور اَللہُ اکبر کی جگہ یا علیؓ یا مولا مدد یا علیؓ مدد کے نعرے بُلند ہُوئے۔ تو مُسلمانوں کو معلُوم ہُوا کہ یہ نیا اِسلام وہ نہیں جو رسُولِ عربی علیہِ الصّلوٰۃُ والسّلام لائے تھے۔ یہ مجُوسیوں کا بنایا ہُوا عجمی اِسلام ہے۔ پس وہ جُدا ہو گئے۔

مگر اب دیر ہو چکی تھی۔ عجمیوں نے عربی پر عبُور حاصل کیا۔ قُرآن کی تفسیریں لکھیں۔ آیات کی تاوِیلیں اور شانِ نزُول کی رِوایات تیّار کیں۔ عربی زبان کی نئی لُغات اور نئے قواعد بنائے۔

پھر رِوایت کے انبار لگا دِیئے۔ اور اُن کو حدِیثِ رسُول ﷺ اور سُنّتِ رسُول ﷺ کا نام دے دِیا۔ تو حضرت خُواجہ خضر (راجہ اِندر) اویسِ قرنی (وِشنُوجی) اور عوزی رس (مِصری سانڈہ) مُسلمانوں کے پیغمبر قرار پائے۔ اُن سے منّتیں مُرادیں مانگی جانے لگیں۔ اُن کی فاتحہ دِلائی جانے لگی۔ اور اِمامت کا وہ چرچا ہُوا کہ مُسلمان عُلماء بھی حضرت اِمام حُسین علیہِ السّلام، حضرت اِمام جعفر صادِق علیہِ السّلام کہنے میں حرج نہ سمجھے اور آج بھی نہیں سمجھتے۔ گویا اُن کو نبی سے افضل مانتے ہیں جبھی تو علیہِ السّلام لکھتے ہیں۔

دینِ مُلّا

یہ مذہب چُونکہ اِمامت کی بُنیاد پر قائم ہُوا تھا۔ اِس میں توحید اور خُدا پرستی کو دخل نہ تھا یہ صرف شخصیت پرستی، شاہ پرستی، مُشاہیر پرستی اور علیؓ پرستی سکھاتا تھا۔ اور عجمی عوام کی ذہنیت بھی کچھ ایسی تھی کہ وہ مٹّی کے ڈھیر، کاغذ کے گھروندے، جنازے کے نمُونے، تابُوت، تانگے کے گھوڑے دُلدُل یا سرکس کے شیر اور لیمپ کے کھمبے کو خُدا کہہ دو تو پُوجنے لگتے ہیں۔ یہ آسمانی خُدا کا تصوّر نہ قبُول کر سکے نہ کرنے کو تیّار ہیں۔ اِن سے اِماموں کو پُوجنے کو کہا گیا تو اِماموں کو پُوجنے لگے۔

حالانکہ اِسلام میں اِمام کا کوئی مقام نہیں۔ یہاں ہر فرد اِمام ہے۔ جسے نماز پڑھنا پڑھانا آجائے وہ اِمامت کر سکتا ہے۔ حُکم ہے کہ اپنے گھر میں نماز باجماعت پڑھو۔ اپنے بیوی بچّوں کی اِمامت کرو۔ خاندان کا بُزرگ نماز نہ پڑھا سکے تو کسی بچّے کو بھی اِمام بنا سکتے ہیں۔

مگر اس امامت کے چکّر نے مسلمانوں کو بھی نہ بخشا۔ جلد ہی یہ اپنے امام پیدا کرنے لگے۔ چنانچہ ہمارے چار امام مشہور ہیں۔ امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام حنبل۔ جنہوں نے خانہ کعبہ کو چار مصلّوں میں تقسیم کر لیا تھا اور گمراہی پھیلائی شُکر ہے کہ شاہ سعود نے یہ فساد ختم کیا اور اُمت کو ایک امام پر جمع کر دیا۔

ابتداء میں باطنی مذہب کے علوم اہلِ بیت خفیہ طور پر سکھائے جاتے تھے۔ لیکن جب اُسے قوّت حاصل ہوئی یہ فاطمی تحریک بن گیا اور اپنے مشنری فاطمی سیّد بنا کر ساری دُنیا میں بھیجنے لگا۔ اُسی زمانہ میں تمام پیر ولی بزرگ قلندر بن بن کر نکلے اور ساری دُنیا میں پھیل گئے۔ خاص کر ہندوستان کے کونے کونے میں پہنچنا اور علومِ اہلِ بیت یعنی اماموں، پیروں، بزرگوں کی پرستش سکھانا اُن کا مرغوب مشغلہ بن گیا جو ہندوؤں کے لئے خاص اپیل رکھتا تھا۔ جن کے پاس اپنے پنج تن، بارہ دیوی دیوتا اور چودہ پختر موجود تھے۔ محض اُن کے نام اسلامی کر دینے سے اہلِ حکومت کے مذہب میں شامل ہو جانے کا نُسخہ مہنگا نہ تھا۔ یہ نام وہ جلد سیکھ لیتے اور مسلمان بن کر حکومت کی مراعات کے مستحق ہو جاتے۔ نظام الدین اولیاءؒ، خواجہ اجمیریؒ، خواجہ فریدؒ، داتا جیؒ نے یہاں اولیاء سازی کے کارخانے بنا رکھے تھے۔ اُن کے ساتھ لعل شہباز قلندرؒ جیسے بارہ امامی شیعہ بھی اپنا کام چلا رہے تھے۔ چنانچہ سندھ پر آج بھی شیعیت کا غلبہ ہے۔ یہ پیر بزرگ ایسے پیروکار اور مرید چھوڑ جاتے جو دوسرے پیروں کے مریدوں سے نہ ملتے۔ اس سے متفرق فرقے پیدا ہوتے چلے گئے اور مسلم معاشرے میں نفاق کی دیواریں کھڑی ہوتی چلی گئیں۔ جو آج بھی باقی ہیں چشتی قادریوں سے، بریلوی

دیوبندیوں سے، قادیانی مسلمانوں سے اور روافض ان سب سے نفرت رکھتے ہیں۔ مگر نعرے سب ہی نظامِ مصطفیٰ یعنی علومِ اہلِ بیت کے لگاتے ہیں۔

حتّیٰ کہ سوشلزم کا دعویٰ کرنے والوں کو اندر سے دیکھو تو وہی دُلدُل پرست باطنی نکلیں گے اُن کا آپس کا سلام علی مدد اور یا علی ہوتا ہے۔ گو عام مسلمانوں سے سلام علیک کہتے ہیں۔ مفتی محمود کہتے ہیں کہ شیعہ ہمارے جیسے مسلمان ہیں۔ جو غلط ہے۔ اُن کو کہنا چاہئے کہ ہم شیعوں جیسے مسلمان ہیں تا کہ عام مسلمان گمراہ نہ ہوں مگر مُلّا کا تو پیشہ ہی دھوکے کا ہے۔ مُلّا ہو یا مجتہد دونوں عوام کو بیوقوف بناتے ہیں اور توحید پرستی سے دور رکھنا چاہتے ہیں تا کہ عوام اللہ کی جگہ اُن کو مولانا کہیں۔ سُنا ہے کہ شیعہ حضرات زر، زن، زمین کی رشوت سے بڑے بڑوں کو اپنا ہمنوا بنا لیتے ہیں۔ چنانچہ ایک سابق سُنّی صاحب کتابیں لکھتے ہیں۔ میں شیعہ کیوں ہوا، سُنّیوں سے سو سوال، ہم متعہ کیوں کرتے ہیں، سو سُنار کی ایک لوہار کی، وغیرہ وغیرہ۔

مگر جب ہم جیسے سابق رافضی محسنُ الملک اور الطاف حسین حالی کی طرح قرآن سے ہدایت حاصل کر کے توحیدِ خالص کی کوئی پچّر ٹھونک دیتے ہیں تو تلملاتے تڑپتے، نالہ و شیون کرتے، دُہائی دیتے حکومت کے پاس پہنچتے ہیں سُنّی مولویوں کو گونہہ کھلا کر اپنا ہمنوا بنا کر کتابیں ضبط کرواتے ہیں۔[1]

---

[1] یہاں گذشتہ تیس سال میں نہ صرف شیعیت کے خلاف لٹریچر ضبط ہوا ہے، بلکہ یہودیوں کے خلاف لکھنا بھی جرم ہے، مصباح الاسلام کی کتاب ''پروٹوکول'' کیوں ضبط ہوئی۔ اور ہماری ''رام راج'' سے کس گھانسی رام کی ذرّیت کو تکلیف تھی۔ ہم سمجھنے سے قاصر ہیں۔

پھر کوئی نام نہاد سُنّی عالمِ دین بھی نہیں بولتا، نہ اِحتجاج کرتا ہے، کیونکہ یہ سب شیعیت کی پیداوار ہیں۔ جیسا کہ اگلی دو مثالوں سے واضح ہے۔

رسالہ بینات کراچی میں ایک مقالہ ’’ناصبیت پر تحقیق کے نام سے شائع ہُوا۔ مَیں نے علاّمہ بنوری کو مبارک باد دی کہ مولوی تحقیق کے کام میں شامل ہو رہے ہیں۔ یہ بڑی خُوش آئند بات ہے اور تجویز پیش کی کہ سب سے پہلے آپ اپنے خطابات مُلاّ، مولوی اور مولانا پر تحقیق کروایئے کہ اُن کا اِسلام سے کوئی تعلق ہے یا نہیں اور یہ خطابات کسی سچّے مُسلمان کے شایانِ شان ہیں بھی کہ نہیں۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ خود ہمارے رسُولِ مقبول ﷺ نہ مولوی تھے نہ مُلاّ اور نہ مولانا محمد ﷺ کہلائے۔ بلکہ کسی تاریخ یا روایت کی کتاب سے ثابت نہیں کہ حضور ﷺ کے لاکھوں پروانوں، یعنی اصحابِ رسُول رضوان اللہ علیہم میں کوئی مُلاّ، مولوی یا مولانا ہُوا ہے۔ پھر آپ مولوی اور مولنا کیسے بن بیٹھے۔ کیا آپ خود کو متبع رسُول ﷺ کہہ سکتے ہیں۔ اور واقعی مُسلمان ہیں۔

سُنا ہے کہ بیچارے واقعی اِس تحقیق میں سرگرداں تھے کہ حکومت نے اُن کو مُلک کا بہترین مولوی تسلیم کرتے ہُوئے شیعہ مولویوں کے ساتھ اسلامی نظریہ کی کونسل کا رُکن بنا دیا۔ موصُوف کے لئے یہ کام جان لیوا ثابت ہُوا۔ جس نے عُمر بھر شُہدائے کربلا کی فاتحہ اور یزیدؒ و معاویہؓ پر تبرا کی کھائی ہو، وہ بُڑھاپے میں اِسلام پر تحقیق کیسے برداشت کرتا۔ چُنانچہ دم توڑ دیا۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔ غنیمت ہے کہ مودُودی صاحب کو اِس کام پر نہیں لگایا گیا۔ ہماری سفارش ہے کہ اب ذِکرِ حُسین عبادت ہے کہنے والے مولوی نیازی کو ٹرائی کیا جائے۔

گُذشتہ سال یہاں ایک کتاب ’’وفاتِ عائشہؓ‘‘ کے نام سے شائع ہُوئی اِس میں بارہ سو سال میں رافضیوں کی گھڑی ہُوئی تمام جھوٹی رِوایات جو سیّدہ صدِیقہؓ کی ذم میں جمع کر دی گئیں ہیں۔ مَیں نے اُس کی تیس کاپیاں خرید کر پاکستان کے تمام مُلاّؤں کو بھیجیں اور تبصرے کی درخواست کی۔ مگر سب کو سانپ سُونگھ گیا جس سے اُن کی دینی اور تاریخی معلُومات کی قلعی کُھل گئی۔ صرف مودُودی صاحب کا جواب آیا جو قارئین کی دِلچسپی کے لئے ہم شائع کرتے ہیں۔ مگر پہلے اِس کتاب کا نمُونہ دیکھیے جس پر تبصرے کی اِستدعا کی گئی تھی۔

حضرت ابُوبکرؓ کا ہدیہ رسُول اللہ کی خدمت میں

حضرت خدیجہؓ کے اِنتقال کے بعد آپ ﷺ کا حُزن و ملال دیکھ کر ایک دن حضرت ابُوبکر صدِیقؓ اپنی دُختر بی بی عائشہ کو جن کی عُمر اُس وقت صرف پانچ سال تھی لے کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہُوئے اور عرض کیا یا رسُول اللہ ﷺ میری لڑکی حاضر ہے اِس سے اپنی طبیعت بہلائیں اور اُمید ہے کہ غم غلط ہوگا۔ آپ ﷺ خاموش ہو گئے اور حضرت ابُوبکرؓ بی بی عائشہؓ کو لے کر چلے گئے۔ (ص ۵ ’’وفاتِ عائشہؓ‘‘ مرزا یُوسُف حُسین میانوالی پنجاب)

اِس رِوایت پر ہم تبصرہ نہیں کرتے۔ مودُودی صاحب نے سیر حاصل تبصرہ اپنے خط میں کر دیا ہے۔ مگر کتاب پر تنقید یا تبصرہ کرنے کی مجال نہیں ہے۔ حتّیٰ کہ کتاب کے دُوسرے ایسے جملوں پر بھی وہ کچھ لکھنے سے قاصر ہیں۔ مثلاً وجہ تالیف میں مرزا یُوسُف حُسین لکھتے ہیں۔

''ناظرین اس بات کا خیال رکھیں ہم شیعہ ازواجِ نبی ﷺ کے لئے ہرگز ایسے فحش اور ناجائز خیالات روا نہیں رکھتے جو عُلماء اہلِ سُنت نے رکھے ہیں۔'' (ص ۴۔ وجہ تالیف وفاتِ عائشہ)

گویا معاذ اللہ، استغفر اللہ جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہو، حضور اکرم ﷺ کی ازواجِ مطہرات جو اُمت کی مائیں ہیں، فحش حرکات کی مُتہم ہو سکتی ہیں۔ کیونکہ بعض نام نہاد سُنی نما مجوسیوں نے ایسا لکھ چھوڑا ہے۔

پھر صفحہ ۲۴ پر ایک نوٹ لکھتے ہیں:

''اب اہلِ اسلام خود غور کر کے فیصلہ کر سکتے ہیں کہ ایسی عورت جس کے مذہبی، اخلاقی، معاشرتی، ایمانی حالات ایسے ناگفتہ بہ ہوں ...... وہ اسلام کی نظر میں کیا حقیقت رکھتی ہے اور کس نظر سے دیکھی جا سکتی ہے۔''

معاذ اللہ یہ اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی شان میں ایک رافضی کی دریدہ دہنی دیکھئے۔ اور اُن جانشینانِ نبوت کی خاموشی مُلاحظہ فرمائیے۔ ہماری ناصبیت پر غُرانے والا اہلِ بیت کا کُتا بھی دُم دبا کر بھاگ گیا اور نہیں بھونکا۔

اب موُدودی صاحب کا جواب باصواب مُلاحظہ ہو۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

جماعتِ اسلامی
حوالہ نمبر ۱۹۷۷
شعبہ رسائل و مسائل
تاریخ ۲۹ نومبر ۱۹۷۶
۱۵ اے ذیلدار پارک اچھرہ لاہور
محترمی و غیرہ و غیرہ کے بعد

.... دراصل اس قسم کے اعتراضات صرف اُسی صُورت میں پیدا ہوتے ہیں جب کہ رسُول اللہ ﷺ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کے نکاح کو ایک عام مرد اور ایک عام لڑکی کا نکاح سمجھ لیا جائے ....

حضور ﷺ اللہ کے رسُول تھے۔ اُن کو انسانی زندگی میں ایک ہمہ گیر انقلاب لانا تھا...... حضرت عائشہ صدیقہؓ ایک غیر معمولی لڑکی تھیں۔ جنہیں اپنی عظیم ذہنی صلاحیتوں کی بناء پر اس انقلابی معاشرے کی تعمیر میں حضور ﷺ کے ساتھ مل کر اتنا بڑا کام کرنا تھا...... اُن کے بچپن میں اُن کی ان صلاحیتوں کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہ تھا۔ اس لئے اپنے رسُول ﷺ کی معیت کے لئے اُن کا انتخاب اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا۔ بُخاری باب تزویج عائشہ میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ مجھے خواب میں تُم کو دو دفعہ دکھایا گیا......

ترمذی ابوابُ المناقب میں ہے کہ جبرائیلؑ رسُول اللہ ﷺ کے پاس حضرت عائشہؓ کی تصویر سبز ریشم میں لائے اور کہا یہ دُنیا و آخرت میں آپ ﷺ کی بیوی ہے۔

پس یہ انتخاب حضور ﷺ کا اپنا نہ تھا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کا تھا۔ اور اللہ ہی کو معلوم تھا کہ ۶ سال کی کمسن لڑکی کو رسُولِ پاک ﷺ کے ساتھ کس قدر عظیم خدمت انجام دینی ہے۔

مُعاونِ شُعبہ رسائل و مسائل
محمد سُلطان

لیجئے چھٹی ہُوئی جانشینِ نبوت نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ ابُو بکرؓ کو بھی

بریٔ الذمہ کر دیا تا کہ کسی صدیقی یا ہاشمی کو شکایت نہ ہو۔ اب رہا اللہ! تو اس بات کا والی وارث کون ہے جو مولوی سے باز پرس کرے۔

فرماتے ہیں یہ غلط ہے کہ ابو بکر صدیق ؓ نے اپنی چھوٹی سی بچی کسی مقصد براری کے لئے پیش کی تھی اور یہ بھی غلط ہے کہ حضور ﷺ نے شرع شریف کے خلاف نابالغ اور ناسمجھ بچی سے نکاح کرنے کا شوق فرمایا۔ حقیقت یہ ہے کہ نعوذ باللہ شرارت اللہ نے کی۔ اس نے بچی کا فوٹو کھنچوایا، وہ بھی اس طرح کہ ماں باپ کو خبر نہ ہوئی۔ اور ریشمی کپڑے میں لپیٹ کر بھجوا دیا۔ (فریم بنانے والا دستیاب نہ تھا)۔ مگر امت کو تصویر کھینچنا یا کھنچوانا منع کر دیا تا کہ آئندہ ایسی حرکات نہ کی جائیں۔

اب مولوی صاحب سے کون پوچھے کہ کیا مکہ میں پانچ چھ سال کی بچیاں برقعہ اوڑھتی تھیں، کیا حضور ﷺ جو ابو بکر صدیق ؓ کے بچپن کے ساتھی تھے اور ہر روز ان سے ملنے جاتے تھے اس پانچ سالہ بچی سے واقف نہ تھے۔

بیچارے مولوی نے تاریخ کہاں پڑھی۔ اس کی معلومات کا منبع تو روایاتِ مجوس ہیں۔ اسے نہیں معلوم کہ تاریخ بتاتی ہے کہ ابو بکر ؓ اور حضور ﷺ کی تمام اولاد عہدِ جاہلیہ میں پیدا ہوئی۔ یعنی بعثت سے پہلے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ اپنی بڑی بہن اسماء سے دس سال چھوٹی تھیں اور وہ رسول اللہ ﷺ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی سیدہ ام کلثوم ؓ کی ہم عمر تھیں جو پانچ سال قبلِ بعثت پیدا ہوئیں۔ سیدہ فاطمہ ؓ ان دونوں سے دو سال بڑی تھیں۔ اور حضرت علی ؓ حضرت فاطمہ ؓ سے ۲ سال بڑے تھے۔ یہ سب ساتھ کھیل کود کر بڑے ہوئے۔

کیونکہ اسی گھر کے پروردہ تھے۔

تاریخ بتاتی ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ کی جب وہ پندرہ سال کی ہوئیں نسبت جبیر بن مطعم سے ہوئی مگر جبیر کی ماں نے جب لڑکی کو دیکھا کہ وہ اسلامی عقائد سے سرشار ہے اور دورِ جاہلیہ کے بتوں اور دیوتاؤں سے متنفر ہے تو ڈری اور منگنی توڑ دی۔ اس نے کہا یہ لڑکی میرے بیٹے کو مسلمان بنا لے گی۔ ظاہر ہے وہ بچی جس کی منگنی ٹوٹی تھی پانچ سال کی نہ تھی۔ طبری جیسے رافضی نے یہ واقعہ محفوظ کر دیا ہے۔ مگر مولوی وہی الاپتا ہے جو حدیث شریف میں مجوسی لکھ گئے ہیں۔

بخاری نے سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ کے بارے میں جو مذموم باتیں درج کی ہیں۔ وہ اس کی باطنی تحریک کو فاش کرنے کے لئے کافی ہیں۔ بشرطیکہ مولوی میں اتنی سمجھ ہو۔ ملاحظہ فرمایئے کہ مولوی سمجھنے کی کوشش کیوں نہیں کرتا۔ اور پھر مولوی کا دین کس نے بنایا اور وہ کیسا ہے۔ ہم نے اس کتاب کا جواب دیا اور ازواجِ مطہراتِ نبی ﷺ کا دامن ان اتہامات سے پاک کرنے کی کوشش کی تو ہماری کتاب مودودی اور نیازی نے رد کر دی۔ اور حکومتِ سندھ نے شیعہ دباؤ میں آ کر ضبط فرما لی وہ بھی اس طرح کہ نہ مجھ سے جواب طلبی کی نہ مجھے مطلع کیا۔ صرف پریس والے کو نوٹس دیا اور دس ہزار کی ضمانت طلب کر لی۔ کیا خوب قانون ہے جانتے ہیں کہ مصنف اور ناشر پھکڑ ہوتے ہیں۔ مال پانی پریس سے ملے گا اس لئے پریس سے باز پرس کرتے ہیں گویا پریس والوں کو عالم فاضل ہونا چاہیے اور یہ دیکھنا چاہیے کہ کتاب میں کون کونسی بات روافض کے لئے دل آزار ہے۔ سنیوں کے لئے دل آزار باتیں چھاپنا منع نہیں ہے۔

مَولوِی کی حَقِیقت

مَولوِی کا صَحِیح مَفہُوم تو شَاید ہی کِسی کو معلُوم ہو۔ تاہَم اِس لَفظ کی تَحقِیق مُشکِل نہیں۔ نُورُاللُّغات جِلد چہارُم مَطبُوعہ جنرَل پبلِشِنگ ہاؤس بَندر روڈ کراچِی۔ ص ۵۴۲ پر اِس طَرح دَرج ہے۔

مَولوِی: عَرَبِی لَفظ ہے مُذکّر ہے۔ مَولاَ سے مَنسُوب ہے۔ قَاعدے کے مُطَابِق اَلِف مَقصُورہ جو سہ حَرفِی اور چار حَرفِی کَلِمہ کے آخر میں ہوتا ہے وَاؤ سے بَدل جاتا ہے۔ ① شَرع کے اِحکَام جاننے وَالاَ ② پابَندِ شَرِیعت۔ ③ عَالِموں کا لَقب ہے۔ ④ مُعلّم، مُدَرِّس اِن مَعنَوں میں تَعظِیماً مَولوِی صَاحِب مُستَعمِل ہے۔“

مُؤلّفِ لُغَات نے یہ مَعنِی کِسی دُوسری لُغَات سے نَقَل کِئے ہیں اور بَغَیر سمجھے نَقَل کِئے ہیں وَرنہ کہنا یہ چاہیے تھا کہ مَولاَ سے مَنسُوب ہو کر یہ لَفظ مَولاَئی بنا پھر قواعِد کی رُو سے اَلِف کو وَاؤ سے بَدَل دِیا گیا۔ اَور مَولوِی بنا لیا تا کہ وہ پَردہ پوشِی کے کَام آئے۔

گُذِشتہ صَفحَات میں آپ نے پَڑھا ہے کہ حضرَت عَلِیؓ کو عَجمِی ماحَول میں مَولاَ کا خِطَاب دِیا گیا تھا اُن کے پَرستار عام طَور پر شِیعَانِ عَلِیؓ کہلاَتے تھے۔ مگر جب مَولاَ کا خِطَاب عَام ہُوا تو کچُھ لوگ خُود کو مَولاَئی کہنے لگے۔ یَعنِی مَولاَ کے پَرستار، یہ فِرقے آج بھی موجُود ہیں۔ بَارہ اِمَامِی جو اِمَام غَائِب کو اِمَامُ العَصر اور قَائِمُ القِیَامہ کہتے ہیں صِرف شِیعہ کہلاَتے ہیں۔ مگر اِسمٰعیلِی شِیعہ جو اَپنے زِندہ اِماموں کو حَاضر اِمَام کہتے ہیں۔ مولاَئی مَشہُور ہیں۔ کراچِی میں مَولاَئی مینشَن موجُود ہے، ہُنزہ، چِترَال، افغانِستان، بَلخ، بُخارَا میں مولاَئی آبَاد ہیں۔ ہِندو پَاک میں یہ خوجے کہلاَتے ہیں۔ مگر چُونکہ مَولاَئی سے اُن کی نِشَان دِہی ہو جَاتِی، اَور عَام مُسلمَان اُن سے اَبا کرتے اُنہوں نے مُسلمَانوں سے گھُلنے مِلنے کے لئے مَولاَئی کو مَولوِی کر لِیا۔ اور مَولوِی کے مَعنِی بتا دِیئے کہ عِلم دِین اور شَرع شَرِیف کے جاننے وَالے کو مَولوِی کہا جاتا ہے۔

چند سَال بعد مُسلمَان بھی مَولوِی بَننے لگ گئے۔ جیسے پنجَاب اَور کَشمِیر میں ہِندو اَروڑے مُسلمَان ہُوئے تو خوجے کہلاَئے۔ مگر جب یہ مُسلمَانوں میں مِلے تو سَب خُواجہ صَاحبَان بَن گئے اور جس طَرح خُواجگِی شِیعہ، سُنّی دونوں میں دَر آئی، مَولوِی کا لَقب سُنّیوں میں بھی اِستعمَال ہونے لگا۔

حَالاَنکہ مَولوِی دَرَاصَل مَولاَئی ہے۔ یَعنِی مَولاَ عَلِیؓ کو خُدا ماننے وَالاَ۔ شِیعہ یا بَاطِنِی مَولوِی اَور مَولاَئی ہَم مَعنِی اَلفَاظ ہیں۔ اَور یہ عَرَبِی اَلفَاظ نہیں ہیں۔ نہ عَرب مُعاشرے میں اُن کا وُجُود ہے وَہاں کوئی مَولوِی نہیں ہوتا۔ یہ لَفظ ہِندُوستَان کی پَیداوَار بھی نہیں ہے۔ یہ لَقَب مُغلوں کے ساتھ خُراسَان اَور بُخَارَا سے یہاں آیا ہے۔ یَعنِی بَابَر کی فوج میں مَولاَئی اَور مَولوِی بھی شَامِل تھے۔ آپ نے پَڑھا ہوگا:

مَولوِی ہَرگِز نہ شُد مَولاَئے رُوم
تا غُلاَم شَمس تَبریزِی نہ شُد

یعنی محض مولا علی کو پُوجنے والا مولوی مولائے رُوم نہیں بن سکتا جب تک وہ شمس تبریز جیسے باطنی بزرگ کی غلامی نہ اختیار کرے۔ یہ شعر مولوی رُوم کا ہے۔ جو مولوی سے مولانا بننے کا گُر جانتے تھے۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ اُن بزرگوں کو مولا سے بڑا مرتبہ دینا بھی آ گیا۔ یعنی ایک نیا خطاب ایجاد ہُوا۔ اور وہ تھا مُلّا۔

مُلّا کے معنی

لُغات میں درج ہے کہ یہ دراصل لفظ مولا کی بگڑی ہُوئی شکل ہے۔ مُذکّر ہے۔ معنی یہ ہیں ① بڑا عالم فاضل۔ ② مسجد میں نماز پڑھانے والا۔ ③ مسجد میں رہنے والا۔ عابد و پرہیزگار، آگے لکھا ہے۔ مُلّانا اور مُلّانی بطور تحقیر بچّوں کو پڑھانے والوں کو کہا جاتا ہے۔

حیرت کی بات ہے کہ ایک لفظ مولا کو بگاڑ کر مُلّا کرنے سے عالم فاضل اور عابد و زاہد کے معنی نکلتے ہیں اور پھر مُلّا کو بگاڑ کر مُلّانا کرنے سے یہ حقیر مُدرّس کے لئے استعمال ہو سکتا ہے۔ اب ہمیں معلوم کرنا ہے کہ لفظ مولا کو بگاڑنے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔

آپ نے دیکھا ہے کہ سب سے پہلے مولا کا لقب حضرت علیؑ کو دیا گیا اور وہ مولائے عجم مشہور ہُوئے۔ اُن کی نسبت سے لوگ مولائی اور مولوی بننے لگے۔ پھر شمس تبریز نے رُومی صاحب کو ایسا سبق پڑھایا کہ یہ مولائے رُوم بن گئے۔ اور ظاہر ہے کہ رُوم عجم سے بڑا تھا۔ اِس لئے مولائے رُوم مولائے عجم

سے بڑے ہو گئے۔ یہ بات عجم کے دانشوروں کو پسند نہ آئی اُنہوں نے اپنے عُلماء کو اِس سے بہتر خطاب دینے کی فکر کی۔ چُنانچہ لفظ مولا کو بڑا کر کے مُلّا بنا دیا۔ جیسے ہم کُڑ مُلّا سے کٹر مُلّا یا عالم سے علّامہ اور اعلیٰ سے مُعلّیٰ بناتے ہیں۔ چُنانچہ عجمی عُلماء، مُلّا کے خطاب سے نوازے گئے۔ مثلاً مُلّا باقر مجلسی، مُلّا یعقوب کلینی، مُلّا خلیل قزوینی، مُلّا علی قاری اور مُلّا طاہر سیف الدین۔ بلکہ یہ بڑے مُلّا کہلاتے ہیں۔

سُنّی عُلماء نے دیکھا کہ یہ لقب صرف شیعوں کے لئے مخصوص ہو گیا ہے۔ اُسے اپنانا چاہیے۔ چُنانچہ اُن میں مُلّا عبدُ القادِر بدایونی، مُلّا دو پیازہ پیدا ہو گئے۔ تو شیعوں نے اُس کی اہمیت ختم کر دی۔ اور مُلّا بننا بند کر دیا۔ اب وہ آقائے شریعت، آیاتُ اللہ العظمیٰ وغیرہ بنتے ہیں۔ مولوی یا مُلّا نہیں بنتے بلکہ مُلّا کے ساتھ "نا" لگا کر مُلّانا بمعنی مُدرّس یا بچّوں کو قرآن پڑھانے والا یا عورتوں کے ساتھ مُلّانی استعمال کرتے ہیں۔ مگر ہمارا خیال ہے کہ یہ الفاظ مُلّا کو بگاڑ کر نہیں بلکہ مولانا کو بگاڑ کر بنائے گئے ہیں۔ جو ایک دوسرا مُہمل اور مُشرکانہ خطاب ہے جو ہمارے عُلماء نے اختیار کر رکھا ہے۔

مولانا یا مولانا

نُورُ اللُغات میں درج ہے کہ یہ عربی لفظ ہے۔ مُذکّر ہے۔ یہ عُلماء و فُضلاء کا اعزازی خطاب ہے یعنی فاضل اجل۔ آگے لکھا ہے عام طور پر مولانا سے مُراد مولانا جلالُ الدین رُومی ہوتے ہیں۔

اس بیان سے معلوم ہوا کہ دُنیائے اسلام میں پہلے مولانا مولوی رُومی تھے جو باطنی تحریک کے رُوحِ رواں تھے۔ یہ رُومیوں کے مولا بن بیٹھے۔ اور عجمیوں کے مولا علیؓ سے بڑھ گئے۔ کیونکہ انہوں نے قرآنِ عجم پیش کیا تھا۔ جب کہ مولا علیؓ صاحب اپنا قرآن غائب کر کے چلے گئے تھے۔ اور یہ قرآن چونکہ فارسی زبان میں تھا۔ اُن کو عجمیوں نے بھی اپنا مولا تسلیم کر لیا۔ اس طرح ساری اُمتِ مسلمہ اُن کو مولینا کہنے لگی یہ سعادت وہ تھی جو خود حضرت علیؓ کو بھی نصیب نہ ہو سکی۔ چنانچہ حضرت علیؓ کو مولینا نہیں پکارا جاتا وہ صرف مولا علیؓ کہلاتے ہیں۔ (یعنی عربی اصطلاح میں آزاد کردہ غلام) اور مولانا سے مُراد صرف پیرِ رُومی سمجھے جاتے ہیں۔ مگر صحابہ کرامؓ میں کسی کو یہ مشرکانہ اعزاز حاصل نہ ہوا۔ اور کیسے ہو سکتا تھا مسلمان کا مولا اور مولینا تو صرف اللہ ہے۔ اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ۔

مسلمان، کسی انسان یا حیوان کو خُدائی کا مرتبہ کیسے دے سکتا ہے؟ البتہ ہندوستان کے مشرکانہ ماحول میں جاہل مسلمان پیروں، بزرگوں کے ساتھ اماموں کو بھی خُدائی صفات کا حامل سمجھتے ہیں۔ ہندو پجاریوں اور پنڈتوں کی طرح جو مہاشے مہاراج، سوامی یا سائیں کہلاتے ہیں، یہ اپنے علماء کو مولوی اور مولینا پکارنے لگے۔ لیکن خالص اسلامی دُنیا اور عرب میں ایسے مشرکانہ خطابات استعمال نہیں ہوتے۔ امامِ حرم و امامِ مدینہ کو نہ مولوی کہا جاتا ہے اور نہ مولینا، نیز وہاں کے علماء، نہ خازنِ علمِ خدا ہوتے ہیں نہ جانشینِ نبوّت نہ مزاج شناس رسول ﷺ۔ یہ سارے خطابات ہندی غلاموں کے ایجاد کردہ ہیں۔

یہ جاننے کے بعد کہ اسلام میں ساری خرابی انہی مُلّا مولوی اور مولاناؤں کی پیدا کی ہوئی ہے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس مجوسی لٹریچر کا تھوڑا سا نمونہ دکھلایا جائے۔ جس نے تیسری صدی ہجری میں یہ گمراہی پھیلائی۔ اور مولویوں کو ایک کامیاب حربہ دے دیا کہ قیامت تک اُس کے سہارے اُمتِ مسلمہ کو گمراہ رکھیں اس کام کے لئے ہم اُن کی سب سے مستند کتاب بخاری شریف کا تھوڑا سا تجزیہ پیش کرتے ہیں۔ مگر پہلے ایک مولوی کا اعترافِ گناہ سُن لیجے۔

ایک معروضہ

پاکستان کی بدقسمتی ہے کہ یہاں اسلام کو پھلنے پھولنے کا موقع نہیں دیا جاتا۔ علم و تحقیق کی روشنی سے نہ صرف مُلّا و مجتہد خائف ہیں۔ بلکہ حکمران بھی عوام کو جاہل رکھنے میں اپنی بھلائی دیکھتے ہیں۔ ایوب خان نے پریس آرڈی نینس جاری کر کے دُشمنانِ اسلام کے ہاتھ مضبوط کر دیئے۔ یہ جاہل فوجی قرآن کے ترجمے کی باتیں کرتا تھا مگر خود قرآن سے نابلد تھا۔ ورنہ دیکھتا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ أَوْلِيَآءَهٗ ۖ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ
إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۵﴾

(سورۃ آلِ عمران۔ آیت ۱۷۵)

یہ تو شیطان ہے جو اپنے اولیاء سے ڈراتا ہے تم اُس سے اور اُس کے اولیاء، یعنی کافروں، مشرکوں سے نہ ڈرو صرف مجھ سے ڈرتے رہو اگر تم صاحبِ ایمان ہو۔

اِس کی تَفسِیر اُمُّ المُؤمِنِین سَیِّدہ عائشہ صِدِّیقہؓ نے اِس طَرح فرمائی:

مَنِ الْتَمَسَ رَضِیَ اللّٰہُ بِسَخَطِ النَّاسِ رَضِیَ اللّٰہُ وَاَرضٰی عَنْہُ النَّاسَ۔

تَرجُمہ: اَگر کوئی شخص اللہ کی رَضا وخُوشنُودی کے لئے عَوام کو نَاراض کر دے تو اللہ اُس سے خُوش ہو گا اور عَوام کو بھی اُس سے رَاضی کر دے گا۔

وَمَنِ الْتَمَسَ رَضِیَ النَّاسِ بِسَخَطِ اللّٰہِ بِسَخَطِ اللّٰہَ عَلَیْہِ وَاَسْخَطَ عَلَیْہِ النَّاسَ۔

تَرجُمہ: لیکن جو شخص عَوام کو خُوش رَکھنے میں اللہ کی نَاراضی کی پَرواہ نہ کرے گا اللہ اُس سے نَاراض ہو جَائے گا اَور بِالآخر عَوام کو بھی اُس سے نَاراض کر دے گا۔

☆☆☆☆☆

مُزدَکی اَور زرتشی عقائد

مجوسی مذہب

یہ مَضمُون ہم اِمَام اَبُو الفَرَج عبدُ الرَّحمٰن اِبنِ جوزِی کی مَشہُور کِتَاب تَلبِیسِ اِبلِیس سے اَخذ کرتے ہیں۔ جو عَجمی بُزرگَانِ دِین کی تَلبِیس پر ایک مُستَند کِتَاب ہے۔ مَوصُوف شیخ سعدِی شیرَازیؒ کے اُستَاد تھے۔ اَور اِمَام اِبنِ تیمیہ اُن کے مدّاحوں میں تھے۔ اِمَام اِبنِ جوزِی رَحمۃُ اللہ فرماتے ہیں:

یحیٰی بِن بشر نہاوَندی فرماتے ہیں کہ مجُوسیوں (آتش پَرستوں) کا پہلا بَادشَاہ کیومَرس ہُوا ہے۔ اُن میں بہت سے دَاعیانِ نبُوّت گُذرے ہیں۔ جِن کا آخری دَاعی زَرتشت تھا۔

مجُوسی عَقِیدہ ہے کہ خُدا ایک رُوحَانی شخص ہے۔ جو ظَاہِر ہُوا، اُس نے رُوحَانی مخلُوق پیدا کی اَور اُس نے تارِیکی بھی پیدا کی جو اُسے چھُپائے۔

زَرتشت نے آگ کی پُوجا کو رِوَاج دِیا اَور آفتَاب کی عِبَادت سِکھائی کیونکہ آفتَاب اِس عَالَم کا بَادشَاہ ہے، وُہی دِن کو لاتَا ہے اَور رَات کو لے جاتا ہے۔ وہ نبَاتَات کو زِندہ کرتا ہے اَور حیوَانَات کو بڑھاتا ہے اَور اُن کے اَجسام میں حرَارت کو قائم رَکھتا ہے۔

مجُوسی زَمین کو بھی قابِلِ تعظیم سمجھتے ہیں اِس لئے اَپنے مُردوں کو اُس میں دفن کر کے اُسے گندہ نہیں کرتے۔ یہ مُردے کو نجس سمجھتے ہیں اَور اسے چیل کوّوں

کو کھلا دیتے ہیں۔

مجُوسی پانی کی بھی تعظیم کرتے ہیں کیونکہ پانی پر ہر جاندار کی زِندگی کا اِنحصار ہے۔ یہ اپنے مُردوں کو نہلانا پانی کی توہین سمجھتے ہیں۔ اِس لئے گائے کے پیشاب میں کپڑا بھگو کر مُردے کو پاک کر لیتے ہیں۔ مجُوسی پانی میں تھُوکنا گُناہ سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ اپنا مُنہ بھی گائے کے پیشاب سے صاف کرتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ گائے کا پیشاب جتنا پُرانا ہوگا اُتنا ہی زِیادہ مُتبرّک ہوگا۔ (ص۹۹)

مجُوسی نیکی اور بدی کے خُداؤں کے اَلگ اَلگ وُجود کو تسلیم کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خُدا ایک نہیں بلکہ دو ہیں اور بندوں کا کام دونوں کو خُوش رکھنا ہے۔ اُن کا عقیدہ ہے کہ نیکی کا خُدا یزداں ہے اور بدی کا خُدا اہرمن ہے۔ یزداں نُور ہے، حکیم ہے اور خیرِ محض ہے۔ اہرمن بدی کا خُدا مجُسّمِ تارِیکی ہے اور صرف بدی اور بُرائی پیدا کر سکتا ہے۔

مجُوسیوں کا عقیدہ ہے کہ یزداں خُدا نے کسی معاملے میں شک کیا تو اِس شک سے اہرمن (شیطان) پیدا ہوگیا۔ اہرمن نے چالاکی سے آسمان پھاڑ ڈالا اور اپنے لشکروں کو لے کر گھُس گیا۔ تو یزداں اُس کی قُوّت سے خُوف کھا کر اپنے فرِشتوں کے ساتھ بھاگ کھڑا ہُوا اور اہرمن نے اُس کا محاصرہ کر لیا تین ہزار برس یہ جنگ جاری رہی مگر اہرمن یزداں تک نہ پُہنچ سکا اور نہ یزداں ہی اہرمن کو بھگا سکا۔ پھر اِس بات پر صُلح ہوگئی کہ سات ہزار سال تک شیطان اور اُس کا لشکر دُنیا میں رہیں گے۔ یزداں نے اُسی میں بہتری دیکھی۔ جب یہ

سات ہزار سال کی میعاد ختم ہو جائے گی تو دُنیا کے لوگ اہرمن (شیطان) کی لائی ہُوئی آفات و مصائب سے نجات پا جائیں گے اور پھر عیش و دوام کا زمانہ آجائے گا۔ (ص۱۰۲)

مجُوسی مذہب میں لوگ اپنی ماؤں کی فُرج اپنے لئے حلال سمجھتے ہیں کہتے ہیں کہ ماں کی شہوت بُجھانے کا حق بیٹے پر زیادہ ہے۔ اور جب شوہر مر جائے تو بیٹا اُس عورت کا مُستحق ہے۔ اور بیٹا نہ ہو تو میّت کے مال سے کوئی مرد کرائے پر کر لیا جائے۔ مرد کے لئے جائز ہے کہ وہ سو یا ہزار عورتوں سے نِکاح کر لے۔ جب حائضہ عورت غُسل کرنا چاہے تو مُوبد (مولوی) کو ایک اشرفی دے تاکہ وہ آتش کدے میں لے جائے اور جانور کی طرح چار پاؤں پر کھڑا کر کے اپنی اُنگلی سے اندامِ شرم میں آمد رفت کرے۔ یہ قاعدہ بادشاہ قباد کے وقت میں مُزدک نے رائج کیا۔

عورتیں اُس نے ہر مرد کے لئے مُباح کر دیں کہ جو مرد جس عورت سے چاہے وطی کرے۔ مُزدک نے قباد کی عورتوں سے خُود وطی کی تاکہ باقی لوگ اِس فعل میں اُس کی اِقتداء کریں۔ پھر عورتوں کے ساتھ یہ عمل ہوتا رہا یہاں تک کہ نوشیرواں کی ماں کا نمبر آیا تو اُس نے بادشاہ قباد سے کہا کہ نوشیرواں کی ماں کو میرے پاس بھیج دے۔ اگر تُو اِنکار کرے گا اور میری شہوت پُوری نہ ہونے دے گا تو تیرا ایمان دُرست نہ ہوگا۔ قباد راضی ہوگیا۔ مگر نوشیرواں کو پسند نہ آیا۔ اُس نے مُزدک کے سامنے رونا شُروع کیا اور باپ کے سامنے مُزدک کے دونوں ہاتھوں اور پاؤں کو چُومتا رہا اور درخواست کرتا رہا کہ میری ماں کو بخش

دے۔ تو قباد نے مزدک سے کہا کیا آپ کا قول یہ نہیں کہ مومن کو اُس کی شہوت سے روکنا نہ چاہیے۔ کہا ہاں۔ تو قباد نے کہا تو پھر آپ کیوں نوشیرواں کو اُس کی شہوت سے روکتے ہیں۔ مزدک نے کہا اچھا میں نے اُس کی ماں اُس کو ہبہ کر دی۔ پھر مزدک نے لوگوں کو مردار کھانے کی اجازت دیدی۔ قباد کے بعد نوشیرواں بادشاہ ہوا تو اُس نے مزدکیوں کو قتل کرکے نابود کر دیا۔[1]

نہاوندی نے لکھا ہے کہ مجوس کا عقیدہ ہے کہ زمین کی کچھ انتہا نیچے کی طرف نہیں ہے۔ اور آسمان جو نظر آتا ہے تو شیاطین کی کھال میں سے ایک کھال ہے۔ اور گرج فقط ان عفریتوں کی خرخرہ کی آواز ہے جو افلاک میں قید ہیں۔ پہاڑ اُن کی ہڈیاں ہیں، سمندر اُن کے پیشاب اور خون سے وجود میں آیا ہے۔ (ص ۱۰۱)

☆☆☆☆☆

---

[1] آریائی معاشرے میں یہ اثرات آج بھی موجود ہیں۔ پارسی قوم میں بہن اور بیٹی سے نکاح جائز ہے۔

تبرّکاتِ بُخاری

بُخاری صاحب کے والدِ بزرگوار بُخارا کے بڑے آتش کدے کے موبد یا پیرِ مغاں تھے۔ باطنی تحریک نے زور پکڑا تو مجوسی مسلمان بن بن کر اُس میں شریک ہو گئے۔ کچھ تفسیریں لکھنے لگے۔ کچھ حدیثیں جمع کرنے لگے۔ چنانچہ بُخاری صاحب نے بھی چھ لاکھ حدیثیں جمع کر لیں۔ لیکن کتابی شکل دی تو اُس میں صرف چھ ہزار احادیث رکھیں باقی پھاڑ ڈالیں۔ حالانکہ ہر حدیث جمع کرنے پر دو رکعات نماز نفل بھی پڑھی تھی اور دُور دراز کا سفر کیا تھا۔ جب کتابی جانچ ہوئی تو معلوم ہوا کہ اُس میں صرف دو ہزار حدیثیں ہیں۔ جن کو اُلٹ پھیر کر اور بار بار نقل کرکے چھ ہزار بنایا گیا ہے۔ تاکہ قرآن کے مقابلے کی کتاب تیس پاروں پر مشتمل ہو۔ اور قرآن سے بڑی اور بہتر کتاب تسلیم کر لی جائے۔

پھر اُن دو ہزار حدیثوں کو جانچا گیا تو معلوم ہوا کہ ایک ہزار حدیثیں وہی ہیں جو امام مالک اور امام محمد دوسری صدی ہجری میں جمع کر گئے تھے۔ بُخاری نے صرف ایک ہزار حدیثیں دیگر مذاہب سے اخذ کرکے ملا دی ہیں۔ مثلاً مُردے کو جلانے کا ثواب، تقیّہ، اور متعہ کے فضائل اونٹ کا پیشاب پینے کے فوائد، زنا، بدکاری، اور جھوٹ کے جواز کی روایتیں اور اُنہی پر ہم کو اعتراض ہے۔

اللہ تعالیٰ کی شان میں

بُخاری صاحب لکھتے ہیں: ص ۹۲۲۔ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

① رحم (بچہ دانی) رحمان سے جُڑا ہوا اور ملا ہوا ہے اور اسی لئے

اللہ تعالیٰ نے رَحم (بچہ دانی) سے فرمایا جو تجھ سے ملے گا میں اُس سے مِلوں گا۔ اور جو تجھ سے جُدائی کرے گا میں اُس سے جُدائی کروں گا۔ (صحیح بُخاری ج ۳۔ ص ۳۲۱ آگے ایک نیا باب باندھا ہے۔)

② باب رَحم تھوڑی سی تری سے تر ہو جاتا ہے۔ ص ۲۲۲ ایضاً (ہم کوئی تبصرہ نہیں کرتے یقیناً تر ہو جاتا ہے۔)

③ روزے دار کے مُنہ کی بد بُو اللہ تعالیٰ کو مُشک کی خُوشبو سے زیادہ پسند ہے۔ ایضاً (مُسلمانوں کے لئے تو اچھا معلوم ہوتا)

④ دجّال کانا ہے اور تُمہارا رب کانا نہیں ہے۔

ف: یہ پہچان غالباً اِس لئے بتا دی گئی کہ کہیں آپ خُدا کو دجّال نہ سمجھ بیٹھیں۔ جب قیامت میں دیدار کا موقعہ ملے اور وہ حساب کتاب شُروع کرے۔

⑤ حضرت انسؓ سے رِوایت ہے۔ فرمایا دوزخی دوزخ میں ڈالے جائیں گے اور دوزخ کہے گی۔ ھَلْ مِنْ مَزِیْد یعنی اور بھیجو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اِس میں پاؤں رکھے گا۔ تب وہ بھر جائے گی اور کہے گی بس بس قسم ہے تیری عزّت کی اور تیرے کرم کی۔ (ص ۵۳۸ ایضاً ۲۲۳)

ف: یعنی دوزخ ایسی خطرناک تخلیق ہے کہ اپنے خالق کو لئے بغیر نہ بھرے گی۔

خُدا کی شکل

بُخاری صاحب فرماتے ہیں۔ قیامت کے دِن خُدا سورج کی شکل میں نمودار ہو گا۔ کیونکہ مجوسی سورج کو خُدا سمجھتے ہیں اور جو لوگ چاند کو خُدا سمجھتے ہیں اُن کے لئے چاند کی شکل میں آئے گا۔

حدیث نمبر ۲۲۸۶: ابو سعید خدری روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے

ہم نے عرض کیا۔ کیا ہم قیامت کے دِن اپنے پروردِگار کو دیکھیں گے۔ فرمایا کہ تمہیں سورج کو دوپہر کے وقت دیکھنے میں کچھ دِقت ہوتی ہے۔ کہا نہیں۔ فرمایا بس اِسی طرح اُس دِن تُم کو اپنے پروردِگار کو دیکھنے میں کوئی دِقت نہ ہو گی۔ (بُخاری ج ۳ ص ۵۵۴ کِتاب التوحید)

ف: یعنی سورج ہی تو خُدا ہے وہ قیامت کے دِن بھی نمودار ہو گا۔

خُدا کے دیگر رُوپ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ قیامت کے دِن اللہ تعالیٰ لوگوں کو جمع کرے گا اور فرمائے گا جو جس کی بندگی کرتا تھا وہ اُس کے ساتھ ہو جائے۔ پس جو لوگ آفتاب کو پُوجتے تھے وہ آفتاب کے ساتھ ہو جائیں گے اور جو بُتوں کو پُوجتے تھے وہ بُتوں کے ساتھ ہو جائیں گے اور یہ اُمت باقی رہ جائے گی اور اِس میں اُس کے شافع لوگ یا مُنافقین ہوں گے (گویا دونوں ہم معنیٰ الفاظ ہیں) اور اُن کے آگے خُدائے عزّوجل ایسی صورت میں آئے گا جس میں یہ اُس کو نہ پہچانیں گے۔ خُدا اُن سے فرمائے گا۔ میں تمہارا رب ہُوں۔ اور یہ لوگ کہیں گے کہ جب تک ہمارا رب نہ آجائے ہم یہیں ٹھہریں گے اور جب وہ آجائے گا ہم اُس کو پہچان لیں گے۔ (بُخاری ج ۳ ص ۵۵۲)

گویا بُخاری صاحب بتاتے ہیں کہ اصلی مُسلمان جو لَیْسَ کَمِثْلِہٖ (یعنی اللہ کو کسی چیز سے مُماثل یا مشابہ نہیں کہہ سکتے۔) پر ایمان رکھتے ہوں گے وہ اپنے اللہ کو اُس کے اصلی رنگ میں دیکھ کر پہچاننے سے اِنکار کر دیں گے اور دوزخ کے مُستحق ہوں گے۔ مگر جو لوگ سورج چاند ستاروں، زرتشت، رام

کرشن، عیسیٰؑ وغیرہ کی شکل میں دیکھ کر اُس کے ساتھ ہو لیں گے وہ بخش دیے جائیں گے۔ کیونکہ خدا تو ہر رنگ میں خدا ہے اور انسان کو حق ہے کہ اُسے جس رنگ میں چاہے پوجے۔ اب اگر ہمارے رسولِ عربی ﷺ نے اُن کو مشرک قرار دیا تو اللہ کی پہچان کیوں نہ بتائی۔ پس وہ بھی سزا کے مستوجب ہوں گے (معاذ اللہ) جی ہاں بخاری صاحب فرماتے ہیں کہ شافع بھی منافق شمار ہوں گے۔ معاذ اللہ۔

فرشتوں کا مذاق

مرد جب جماع کرتا ہے اور اللہ کو اولاد دینا مقصود ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ رحم پر ایک فرشتہ مقرر فرما دیتا ہے جو کہتا ہے کہ اے رب اب اِس وقت یہ نطفہ ہے۔ اے ربّ اِس وقت یہ خون کا لوتھڑا ہے۔ اِس وقت یہ گوشت کا ٹکڑا ہے یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ اِس کی خلقت پوری کر دیتا ہے تو فرشتہ پوچھتا ہے اے ربّ یہ نر ہے یا مادہ۔ شقی ہے یا سعید، رزق اِس کا کس قدر ہے اور موت کس وقت ہے۔ یہ باتیں اُسی وقت لکھی جاتی ہیں جب وہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے۔ حدیث نمبر ۱۵۰۳ف۔ یقیناً یہ سب کچھ جھانک کر دیکھتا ہوگا۔

چوری کی سزا

قرآنِ حکیم میں واضح حکم موجود ہے:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ۝

(سورۃ المائدہ۔ آیت ۳۸)

ترجمہ: چور کا خواہ مرد ہو یا عورت ہاتھ کاٹا جائے۔ یہ اُس کے عمل کی سزا ہے۔ جو اللہ نے عبرت کے لئے مقرر فرمائی ہے۔ (تا کہ دوسرے ہوشیار ہو جائیں)۔

مگر بخاری صاحب ایک روایت بہم پہنچاتے ہیں جس میں چوری کے ساتھ زنا بھی جائز ہو گیا۔ روایت سُنیئے۔

چوری اور زنا کا لائسنس

۱۱۹۴: ابوذرؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

یہ آواز جبرائیل کی تھی۔ میرے پاس آئے اور یہ خبر دے گئے کہ میری اُمت میں جو کوئی ایسے حال میں مر گیا کہ اللہ کے ساتھ اُس نے کسی کو شریک نہیں کیا ہے تو وہ جنتی ہے۔

میں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ اگرچہ اُس نے چوری اور زنا کیا ہو۔

فرمایا ہاں اگرچہ اُس نے زنا و چوری کی ہو۔ (بخاری ج ۳ پارہ ۲۶ اور کتاب الاستیذان ص ۲۷۹)

حالانکہ طفلِ مکتب بھی اگر مسلمان ہے تو جانتا ہے کہ زنا اور چوری حقوق العباد پر ڈاکہ ہے۔ جس میں بندوں کا حق غصب کیا جاتا ہے۔ آبرو لوٹی جاتی ہے۔ ظلم کیا جاتا ہے۔ پس اللہ ایسے جرائم معاف نہیں کرتا ہے۔ اُس کے عدل و انصاف کا تقاضا ہے کہ مظلوم کی دادرسی کرے اُسے بدلہ دلائے۔ محض کلمۂ طیبہ کی بدولت وہ بندوں کی حق تلفی معاف نہیں کرتا۔ یہاں بخاری صاحب نے اللہ تعالیٰ کے عدل کا مذاق اُڑایا ہے۔

موت کا مذاق

حدیث ۱۴۶۵ بخاری صاحب لکھتے ہیں جب سب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں چلے جائیں گے تو موت کو جنت اور دوزخ کے درمیان لا کر ذبح کر دیا جائے گا۔

ف: جیسے آپ بقرعید میں دُنبہ یا بَیل ذِبح کرتے ہیں۔

مُردے سُنتے ہیں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَاِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی ○

(سُورۃُ الرُّوم۔ آیت ۵۲)

یعنی تُم مُردوں کو اپنی باتیں نہیں سُنا سکتے۔

یا مُردہ بزرگوں کو پُوجنے والوں سے کہا:

وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْـًٔا وَّہُمْ یُخْلَقُوْنَ ۝۲۰ اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَآءٍ ۚ وَمَا یَشْعُرُوْنَ ۙ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ ۝۲۱

(سُورۃُ النَّحل۔ آیت ۲۰۔ ۲۱)

ترجمہ: جن لوگوں کو تُم اللہ کے سوا پکارتے ہو۔ وہ کچھ پیدا نہیں کر سکتے وہ تو خُود پیدا کیے گئے تھے۔ اَب لاشیں ہیں بے جان۔ اُن کو یہ بھی نہیں معلوم کہ کب اُٹھائے جائیں گے۔

مگر بُخاری صاحب رِوایت فراہم کر گئے ہیں کہ جنگِ بدر کے بعد حضور ﷺ نے قلیت کے کنُویں میں جھانکا جہاں ابُوجہل اور اُس کے ستّر ساتھی مار ڈالے گئے تھے اور کہا تُم سے جو وعدہ کیا گیا تھا وہ پُورا ہو گیا۔ حضرت عُمرؓ نے پُوچھا کیا آپ مُردوں سے باتیں کرتے ہیں۔ حضُور ﷺ نے فرمایا تُمہارے کان اُن سے بڑھ کر نہیں ہیں مگر یہ جواب نہیں دے سکتے۔ (مُردے سُنتے ہیں) عُمرؓ کو معلُوم نہ تھا۔

گناہ بخشوانے کے نسخے

قرآنِ حکیم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ ۝۷ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ ۝۸

(سُورۃُ الزِّلزال۔ آیت ۷۔ ۸)

ترجمہ: اور جو ذرہ بھر بھی نیکی کرے گا وہ دیکھے گا۔ اور جو ذرہ بھر بدی کرے گا وہ بھی دیکھے گا۔

مگر بُخاری صاحب حدیثِ رسُول ﷺ پیش کرتے ہیں۔

حدیث نمبر ۱۳۲۲: ابُوہریرہؓ سے رِوایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب قُرآن پڑھنے والا آمین کہے تو تُم بھی آمین کہو۔ اِس لئے کہ فرِشتے اُس وقت آمین کہتے ہیں۔ تو جس کی آمین فرِشتوں کی آمین کے ساتھ ہو جائے اُس کے پچھلے سب گُناہ معاف ہو جائیں گے۔ (بُخاری جلد ۳ پارہ ۲۶ کِتابُ الدُّعاء)

حدیث نمبر ۱۳۲۴: ابُوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسُول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے سُبحَانَ اللہِ وَبِحَمْدِہٖ ایک روز بھی سو مرتبہ پڑھا۔ اُس کے تمام گُناہ مِٹا دیئے جائیں گے اگرچہ دریا کے جھاگوں کے برابر ہوں۔ (بُخاری جلد ۳ پارہ ۲۶ کِتابُ الدُّعاء)

یہ رِوایات مولوی کا قیمتی سرمایہ ہیں۔ اِن کے ذریعہ وہ عوام کو جنّت کے سبز باغ دِکھاتا ہے۔ اور اُن سے قُربانی کی کھالیں اور چندے وصُول کرتا ہے۔ ہر بال کے بدلے ایک ثواب اور ہر پیسے کے عوض ایک نیکی دِلانے کا وعدہ کرتا ہے اور اُن کو روزِ حساب کے عذاب واحتساب سے بے فکر کر دیتا ہے۔

گدھے کے پیشاب کا جواب

حدیث شریف ۲۳۷۔ یُونُس نے کہا میں نے اِبنِ شہاب سے پُوچھا کہ آیا گدھی کے دُودھ سے وُضو کر لیا جائے یا اُس کو پی لیا جائے یا درندوں کے پتّا

(مثانے) یا اُونٹ کے پیشاب کو پیا جا سکتا ہے۔ جواب دیا کہ اُونٹ کا پیشاب تو مُسلمان دوا کے طور پر پیتے تھے اور کچھ حرج نہ جانتے تھے لیکن گدھی کے دُودھ کی بابت ہمیں کوئی خبر نہیں ملی۔ (بُخاری ج ۳ کتابُ الطِّب)

پھر پتہ نہیں کہ بُخاری صاحب نے پیا یا نہیں حالانکہ قُرآن کا حُکم ہے۔

اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۛ ○

(سُورۃُ المائدہ۔ آیت ۵)

ترجمہ: تمہارے لئے صرف پاک چیزیں حلال ہیں۔

اسلام پر آریائی اثرات

اب دیکھیے بُخاری صاحب نے اپنے مجُوسی مُعاشرے کی حرام کاری، عیاشی اور بدکاری کو کس خُوبی سے مُشرّف بہ اسلام فرمایا ہے۔

زنا و بدکاری کے بارے میں قُرآن حکیم کا حُکم ہے۔

① وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ
اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ
حَتّٰى يَتَوَفّٰىهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا ⑮

(سُورۃُ النّساء۔ آیت ۱۵)

ترجمہ: تمہاری عورتوں میں جو بدکاری کا ارتکاب کریں۔ اُن پر چار گواہ لاؤ۔ پھر اُن عورتوں کو گھر میں بند کر دو یہاں تک کہ موت اُن کا کام تمام کر دے یا اللہ کوئی دُوسری صُورت نکال دے۔

② وَالَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ فَاِنْ تَابَا ○

(سُورۃُ النّساء۔ آیت ۱۶)

ترجمہ: اور جو مرد بدکاری کریں اُن کو ایذا دو (کوڑے لگاؤ) حتّٰی کہ توبہ کر لیں۔

مگر بُخاری صاحب نے حسبِ ذیل روایات عبدُاللہ بن عبّاس سے اُن کے انتقال کے دو سو سال کے بعد حاصل کر کے اپنی صحیح ٹانک لی ہیں۔ (بُخاری ج ۳ ص ۳۸ ترجمہ مرزا حیرت دہلوی۔ مطبوعہ کارخانہ تجارتِ کُتب)

① جو چار سے زیادہ بیویاں کرے وہ بھی حرام ہے۔ جیسے ماں، بیٹی، اور بہن حرام ہے۔ (معاذ اللہ یہ کس پر چوٹ ہوئی)

② ابنِ عبّاس فرماتے ہیں کہ نسب سے سات عورتیں حرام ہیں۔ اور رشتے سے سُسرال کے بھی سات حرام ہیں۔ یعنی ساس، بہو، سالی وغیرہ۔

③ عبدُاللہ بن جعفر نے دُخترانِ علی کو اپنے نکاح میں جمع کر لیا تھا ابنِ سیرین نے کہا کہ اُس کا کچھ خوف نہیں۔ (حالانکہ یہ چوٹ ہے۔ عبدُاللہ بن جعفر نے سیّدہ زینبؓ کو طلاق دے کر سیّدہ اُمِّ کلثومؓ سے نکاح کیا تھا)۔

④ حسنؓ بن علیؓ نے ایک شب میں دو چچا زاد بہنوں کو جمع کیا۔ جابر بن زید نے اُسے قطعِ رحمی کی وجہ سے مکرُوہ جانا، یہ حرام نہیں۔ (شُکر ہے حضرت حسنؓ کو بخش دیا۔ اُن کے اس فعل کو مکرُوہ رکھا حرام نہیں کیا)۔

⑤ ابنِ عبّاس فرماتے ہیں۔ اگر سالی سے زنا کرے تو اُس کی بیوی حرام نہیں ہوتی۔ ہاں سالی سے نکاح کر لے تو بیوی حرام ہو جاتی ہے۔ (سمجھے آپ! سالیوں سے زنا کرتے رہنا جائز ہے)۔

⑥ یحیٰی کندی سے روایت ہے کہ اگر کوئی شخص کسی لڑکی کی ماں سے زنا کرے تو بیوی حرام نہیں ہو جاتی۔ (بُخاری ج ۳ ص ۳۸)

بوسہ بازی جائز ہے

ابنِ مسعُود سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کسی غیر عورت کا بوسہ لیا۔ اور

حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اُس کا کفّارہ پُوچھا تو آیت نازل ہوئی:

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ
يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ

(سُورہ ھُود۔ آیت ۱۱۴)

ترجمہ: یعنی صُبح و شام نماز پڑھ لیا کرو۔ نیکیاں بُرائیوں کا کفّارہ ہو جاتی ہیں۔

اُس نے پُوچھا یہ حُکم میرے لئے ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں میری ساری اُمت کے لئے ہے۔ (تجرِید بُخاری غُلام علی ص ۱۲۸)

ف: یعنی ایسا موقعہ ملے تو چُوکنا نہ چاہیے۔ کیُونکہ اُس کا تاوان صرف نماز پڑھ لینا ہے۔ چاہے نمازِ شُکرانہ سمجھ کر پڑھو یا اُسے نماز کفّارہ کہہ لو۔

زِنا سے مفر نہیں

۱۵۱۹۔ اِبنِ عبّاس سے رِوایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالٰی نے اِبنِ آدم کا زِنا سے جو حِصّہ رکھّا ہے وہ اُس کو ضرور پُہنچ کر رہے گا۔ آنکھ کا زِنا نامحرم کو بدنظر سے دیکھنا، اور زبان کا زِنا نامحرم سے بات کرنا ہے نفس تمنّا کرتا ہے اور فرج اُس کی تصدِیق وتکذِیب کرتی ہے۔ (بُخارِی کِتابُ القدر۔ ص ۳۴۷)

جنسی ترغیب

لیکن اگر کوئی بُخارِی صاحِب کی اِن مُراعات سے فائدہ نہ اُٹھانا چاہے تو اُسے اپنی منکوحہ بیوی یا بیویوں کے ساتھ اِس طرح زِندگی گُزارنا چاہیے۔

غسل قبل از نماز

ابُو ہُریرہؓ سے رِوایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص بروزِ

جُمعہ غُسلِ جنابت (اِحتلام یا صُحبت کے بعد نہانا) کر کے نماز کے لئے جائے گا اُس کو ایک اُونٹ کی قُربانی کا ثواب ملے گا۔ اگر دُوسرے وقت اِسی طرح گیا تو اُس کو ایک گائے کی قُربانی کا ثواب ملے گا۔ اگر تیسرے وقت اِسی طرح جائے گا تو سینگ والے دُنبے کی قُربانی کا ثواب ملے گا۔ چوتھی بار جائے تو مُرغی کی قُربانی کا ثواب ملے گا۔ اور پانچویں بار جانے والے کو ایک انڈہ راہِ خُدا میں دینے کا ثواب ہے۔ اور جب اِمام خُطبے کے لئے نِکلتا ہے تو مَلائکہ اُس کا خُطبہ سُننے کے لئے جمع ہو جاتے ہیں۔ (تجرِید بُخارِی۔ غُلام علی۔ ص ۱۸۴)

ف: واضح رہے کہ یہ سب نماز سے پہلے صُحبت کر کے نہانے کے بعد نماز پڑھنے سے حاصل ہوتا ہے۔ اب اگر بیگم اِس پر راضی نہ ہو تو حسبِ ذیل احادِیث پڑھا دِیجئے۔

۱۷۹۔ ابُو ہُریرہؓ سے رِوایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب مرد اپنی بیوی کو اپنے بچھونے کی طرف بُلائے اور وہ آنے سے اِنکار کر دے تو صُبح تک فرِشتے اُس پر لعنت کرتے ہیں۔ (بُخارِی۔ ج ۳ ص ۶۰)

۱۸۰۔ جب عورت اپنے خاوِند کا بچھونا چھوڑ کر سوئے تو اُس کے راضی ہونے تک فرِشتے اُس پر لعنت کرتے ہیں۔

حائضہ سے اجتناب

قُرآنِ حکیم کا مُحکم حُکم ہے:

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ؕ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِی
الْمَحِيْضِ ۙ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ

(سُورۃُ البقرۃ۔ آیت ۲۲۲)

ترجمہ: تُم سے حَیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہہ دو کہ یہ نجاست ہے اَیَّامِ حَیض میں عورتوں سے کنارہ کش رہو جب تک کہ پاک نہ ہو جائیں اُن سے مُقاربت نہ کرو۔

مگر اِمام بُخاری ڈھائی سو (۲۵۰) سال بعد اِس قُرآنی وضاحت کو ٹھکراتے ہُوئے حسبِ ذیل رِوایات راست حضور ﷺ سے سُن کر جمع کر گئے۔ اور حدیث لکھنے سے پہلے اور لکھنے کے بعد ۲ رکعت نفل بھی پڑھ گئے۔

① حضرت عائشہؓ سے رِوایت ہے کہ ہم میں جب کسی کو حَیض ہوتا تو اُس وقت بھی حضور ﷺ مُباشرت کا اِرادہ فرماتے۔

② حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں حَیض کی حالت میں ہوتی اور حضورؐ میری گود کا سہارا لے کر قُرآن پڑھتے۔

③ آپ ﷺ حُکم دیتے کہ کپڑا باندھ لو اور پھر مُباشرت کرتے۔ (مَعاذَ اللہ)

④ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جائے حَیض پر کپڑا باندھ دو اور جو چاہو کرو۔ (اَستغفرُ اللہ)

⑤ حضرت اُمِّ سلمہؓ فرماتی ہیں۔ میں حضور ﷺ کے ساتھ ایک چادر میں لیٹی تھی کہ مُجھے حَیض ہو گیا میں علیحدہ ہو گئی اور حَیض کے کپڑے پہن لئے۔ آپ ﷺ نے پُوچھا کہ کیا حَیض آ گیا۔ میں نے کہا ہاں۔ آپ ﷺ نے مُجھے بُلا لیا میں آپ ﷺ کے ساتھ سیاہ کپڑے میں لیٹ گئی۔ (مَعاذَ اللہ)

مولوی کا دعویٰ ہے کہ بُخاری کی ایک رِوایت ایک ہزار آدمیوں کی گواہی کے برابر ہے۔ اگر اُسے دو بار لکھیں تو دو ہزار گواہوں کی شہادت کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے۔ یہاں پانچ رِوایتیں ہیں یعنی پانچ ہزار شہادتیں فراہم کر دی گئی ہیں۔ اور اِحتیاط ملحُوظ رکھی ہے کہ روافض بھی اُن کو غلط نہ سمجھیں جو سیّدہ عائشہ صدیقہؓ کی باتوں کو خاطر میں نہیں لاتے۔ اِس لئے اُمُّ المُومنین سیّدہ اُمِّ سلمہؓ سے بھی وُہی گندی باتیں کہلوا دی ہیں۔

اور ہم حیران ہیں کیا رسُولُ اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے اَحکام کی پابندی نہ کرتے تھے قُرآن کے اَحکام جانتے ہُوئے بھی خلافِ فطرت وتہذیب افعال کے مُرتکب ہوتے تھے۔ جو چاہو کرو (یعنی غیر فطری طریقہ سے منزل ہو جاؤ۔ اَستغفرُ اللہ) جب کہ خانۂ اقدس میں مُتعدد اَزواجِ مُطہّرات موجُود تھیں۔ کیا وہ دُوسری جگہ نہ جا سکتے تھے۔

اِس سے نتیجہ اَخذ کیا جائے تو صاف معلُوم ہوتا ہے کہ مجُوسیوں نے اپنے ماحول کی گندگی اِسلام میں داخل کرنے کے لئے اِن باتوں کو حضور ﷺ سے منسُوب کیا ہے۔ سیّدہ اُمِّ سلمہؓ ایک بُوڑھی خاتُون تھیں آپ کے بیٹے اور بیٹیاں جوان تھے جب بیوہ ہُوئیں۔ حضور ﷺ نے کفالت کے لئے نِکاح کا پیغام دِیا۔ آپؓ نے فرمایا مُجھے بُڑھاپے میں نِکاح کرتے شرم آتی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ ایک شرعی ضرُورت ہے۔ ایسی بُوڑھی خاتُون سے حَیض میں مُباشرت کا مسئلہ دریافت کرنے کے لئے سوائے مجُوسی کے کون گیا ہو گا اور وہ بھی ۲۵۰ سال بعد ہمّت بندھی کہ اُن سے پُوچھا جائے۔

صحابۂ کرامؓ کے پاس قُرآن موجُود تھا۔ اور قُرآن نے واضح اَحکام دِیئے تھے۔ لَا تَقْرَبُوْا اُن کے قریب نہ جاؤ۔

اب رسولِ مقبول ﷺ کی شان میں ہرزہ سرائی سُنئے۔

زیادہ شادیاں کرنا سنت ہے

۶۳۔ سعید بن جبیر فرماتے ہیں۔ مجھ سے ابنِ عباسؓ نے پُوچھا کہ تیری شادی ہوگئی؟ میں نے جواب دِیا نہیں۔ اُنہوں نے فرمایا نکاح کرو کیونکہ جو اِس اُمت میں بہتر تھے اُن کی بہت سی عورتیں تھیں۔

شانِ نبوت پر حملہ

۹۔ حضرت انسؓ سے رِوایت ہے کہ نبی ﷺ ایک رات میں اپنی تمام بیوِیوں کے پاس ہو آیا کرتے تھے۔ حالانکہ آپ ﷺ کی گیارہ بیوِیاں تھیں۔

کِسی نے پُوچھا کیا حضور ﷺ میں اِتنی طاقت تھی؟ جواب دِیا ہاں بلکہ ہم لوگ کہا کرتے تھے کہ حضور ﷺ کو تیس مردوں کی طاقت عطا کی گئی ہے۔

(تجرید بخاری۔ ص ۷۵)

اور یہ کِتاب قرآن کے بعد سب سے زیادہ سچی کِتاب کہلاتی ہے۔ کیونکہ یہ قرآن کی ناسخ ہے۔ مسلمان حدیث کو قرآن پر جو ترجیح دیتے ہیں اِسی لئے دیتے ہیں کہ اِس میں مزیدار باتیں ہیں جو قرآن میں نہیں ہیں۔

☆☆☆☆☆

www.scribd.com/deeneislaam